بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاقِ حسنہ اور قرآن

اخلاق کے اعلیٰ مدارج

رکوع	وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ	سورۃ
۱	اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر ہیں۔	القلم

آیت شریف میں پیغمبر اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی تعریف ہے اور رشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے رسول اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر قائم ہیں اس سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انسانیت کے جامہ میں اخلاق کے جو کچھ مدارج اور مقامات ہوسکتے ہیں وہ ذاتِ مقدس نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے۔ اخلاق کا کوئی درجہ ایسا قی نہیں رہا جو آپ کو حاصل نہ ہوا ہو اور آپ نے اُس کے اعلیٰ مقامات کو طے نہیں فرما لیا۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کو اللہ تبارک و تعالیٰ بیان فرما دے اور اس کے اوصاف کا اعلیٰ اظہار فرما دے س کے بعد پھر کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔

اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جس اخلاق کی ذاتِ باری تعریف فرماتا ہے وہ ہے کیا اور سوا
ل۔ اور یہ خلقِ عظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل کہاں سے ہوا۔ ایک جگہ پر ارشاد ہے
وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۰ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا اور
پر اس کی تفسیر ہے مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ یعنی جو کچھ
آپ کو حاصل ہوا وحی کے بعد ہوا اور وحی کے آغاز سے لیکر اخیر تک جو کچھ ہے اسی کا نام قرآن
ہے اسی نے آپ کو صاحبِ شریعت بنایا اور اسی کے علم و عمل سے آپ کو سارے مدارج حاصل ہوئے
ی نے آپ کو اُس اخلاق سے آراستہ کیا جو آپ کے خالق کو پسند آیا۔ اور آپ کی تعریف اپنی پاک
تاب میں فرمائی۔ جب آپ کا ہر فعل اور ہر قول رضائے الٰہی بن گیا۔ اور آپ سراپا اللہ کے
نبردار اور اللہ والے بن گئے تو نوعِ انسان کے لئے آپ کو بطور نمونہ کے پیش کیا گیا اور حکم ہوا
قَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اس کا صاف صریح یہ
مطلب ہے کہ انسانوں کو معبودِ برحق نے اسلئے پیدا کیا کہ وہ اپنے آقائے حقیقی کی مرضی کے مطابق
زندگی بسر کریں اس کیلئے ایک کتاب دیدی جس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا اور بتایا کہ انسانوں
کی زندگی کا یہی دستور العمل ہے اور یہ فطرتِ انسانی کے خلاف نہیں۔ غیر عملی چیز نہیں بلکہ اس کو
ایک انسان نے قولاً و فعلاً برت کر اور پورا کر کے بتلا دیا ہے اس لئے اُس کی ذات مثال
کے طور پر سامنے رکھی جا سکتی ہے اور اُس کو نمونہ سمجھکر اس کی پیروی کیجا سکتی ہے اور اس طرح
قرآن مجید کو علم و عمل میں لایا جا سکتا ہے اور یہ قرآن مرضیاتِ الٰہی کا مجموعہ ہے اس لئے ایسا
شخص مرضیاتِ الٰہی کا پورا کرنے والا ہوا اور اُس نے اپنے پیدا ہونے کی غرض کو پورا کر دیا
اور اب وہ اِن انعاماتِ الٰہی کا مستحق ہوا جو نہ کبھی ختم ہوں گی اور نہ جس کی تعریف بیان میں آسکتی ہے
آیت شریف زیبِ عنوانِ بالا کی قرآنی تفسیر معلوم ہو چکی۔ اب اور دیکھنا چاہیئے کہ کسی نے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلعم کے خُلق کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کَانَ خُلُقُہٗ قُرْاٰنٌ ۔ آپ کا خُلق قرآن تھا حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ جس غرض کیلئے دنیا میں تشریف فرما ہوئے تھے اور آپ کے خدا نے جس چیز کے سمجھانے اور عمل کرانے کیلئے آپ کو مبعوث فرمایا تھا در حقیقت وہی آپ کا وظیفۂ حیات ہوگا اس لئے حضرت ام المومنین کا یہ فرمانا کہ آپ کا خُلق قرآن تھا حرف بحرف صحیح اور درست ہے۔

حاصل تعزیر یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر کے نزدیک اخلاق پسندیدہ و چیستہ ہے اور وہ اخلاق اور پسندیدہ اخلاق قرآنی اخلاق ہے اور وہ اختیار کرنیکی چیز ہے اس سے اپنے کو آراستہ کرنا ضروری ہے لازمی ہے اختیاری نہیں قرآنی اخلاق سے جو محروم ہوگا وہ بے اخلاق ہوگا اور بداخلاق ہوگا تو عام انسانوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً قرآنی اخلاق سے اپنے کو سنوارنا لازمی ہے

اخلاق کی تعریف میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے اور بہت سی باتیں بتلائی جاسکتی ہیں ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ نرمی سے پیش آنا ادب و تعظیم سے پیش آنا خاکساری اختیار کرنا کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کرنا اپنے کو بڑا ثابت نہ کرنا، اپنی تعظیم و تکریم کا خواہاں نہ ہونا محبت کیساتھ پیش آنا محبت حاصل کرنا یہ کارہم اخلاق و حسن معاملات اور لطف آمیز برتاؤ کرنا۔ کینہ، بغض، حسد، غیبت، خصومت، تعصب اور زود رنج ہونے سے بچنا۔ قصور کو معاف کردینا۔ خندہ پیشانی سے پیش آنا اپنے کاموں میں مدد کرنا مصیبت میں کام آنا۔ جس سے جان پہچان ہو۔ اس سے بھی اور جس سے جان پہچان نہ ہو اس کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنا سلام علیک کرنا۔ فراخ دلی کرنا خلوص سے پیش آنا۔ خوش کلام ہونا حسن اخلاق اور ادب کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا کسی کو بیوقوف نہ بنانا ہنسی کا مذاق نہ اڑانا کسی کو ایذا نہ دینا۔ بدلہ لینے کے درپے نہ ہونا۔ دوستی اور محبت کے ہر طریقے سے نیف ہونا گفتگو کرتے وقت حسن کلام سے کام لینا اور جب کوئی بات کرنے لگے تو متوجہ ہوکر سننا

مجلس میں بیٹھے ہوں تو آنے والے کیلئے جگہ خالی کرنا۔ مہمان نواز ہونا۔ راستہ چلتے وقت وقار کے ساتھ چلنا مجلس میں انگڑائی اور جمائی وغیرہ نہ لینا قہقہہ نہ لگانا۔ فضول بک بک نہ کرنا۔ زیادہ نہ ہنسنا پاؤں پر پاؤں رکھ کر نہ بیٹھنا۔ تو ایسی باتیں ہیں جنکو بچپن ہی سے اختیار کرنا چاہئے مگر بڑا ہونے پر ہر اس فعل سے بچنا چاہئے جس کو قرآن مجید نے منع کیا ہو اور وہی کام کرنا چاہئے جنکو قرآن مجید نے پسند کیا ہو۔ مثال کے طور پر سمجھنا چاہئے کہ عبادات اور معاملات کا نام لیا جاسکتا ہے تعلق مع اللہ اور تعلق خدا کے تعلق کو پیش کیا جاسکتا ہے جس میں سب سے پہلی چیز توحید ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملات و تعلقات ہیں۔

توحید مع الاخلاص

رکوع		سورۃ
	قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ	
۱	وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝	الاخلاص

تو کہہ وہ اللہ یکتا ہے اللہ بے احتیاج ہے نہیں جنا اس نے اور نہ جنا گیا اور نہ اس کے برابر کا کوئی ہے۔

سورۃ شریف میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے اور شرک فی الذات شرک فی الصفات اور شرک فی الافعال کی نفی ہے۔ دوسری آیت میں ہر احتیاج سے بے احتیاج ہوتا اور غنی ہوتا ثابت ہے اور یہ بھی کہ جمیع مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا قدیم ہونا ظاہر ہے اور چوتھی آیت گویا خلاصہ اور نتیجہ ہے اوپر کی آیات کا اس لئے کہ جو ذات صفات مذکورہ یا احدیت صمدیت اور عدم صدور ولد و والدیت سے متصف ہوگی۔ وہ ہر طرح کے عیب و زوال و مماثلت وغیرہ سے مبرا اور پاک ہوگی۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔

آیت شریف میں توحید کی تعلیم ہے اور اُن صفات باری کا بیان ہے جو انسان کو توحید پرست بنادیتی اور تعلقات مع اللہ میں خالص کردیتی ہیں۔ اخلاقِ حسنہ کا یہ سب سے بڑا اور ضروری حصہ ہے جس کے بغیر کوئی شخص خلیق نہیں ہو سکتا۔

رسالت

رکوع	وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ	سورہ
۹	اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم	النسأ
	خداوندی اُن کی اطاعت کی جاوے	

آیت شریف کے زیب عنوان حصہ سے پیغمبروں کا مبعوث کیا جانا ثابت ہے اور پھر اُن کی بعثت کی غرض کا بھی اظہار ہے اور یہیں سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں

رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ
بہت سے رسُول ہیں جن کا (اے محمد صلعم) ہم نے آپ کو ذکر سنا دیا اور بہت سے ایسے بھی
ہیں جن کا حال آپ کو نہیں بتایا

آیت شریف میں اس بات کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سے پیغمبر آئے مگر قرآن مجید میں سب کا نام نہیں لیا گیا اور سب کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ جن کے بیان کی ضرورت تھی صرف انہیں کا بیان کیا گیا ہے۔

چونکہ پیغمبران وقت عبد کا تعلق معبود سے قائم کرانے اور انسان کو اللہ کے حکم کے مطابق دنیا و دین میں رہنے کی باتیں بتانے کے لئے تشریف لایا کئے لورسب سے آخیر

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ لہٰذا ان کی اطاعت کا حکم بھی دیا گیا۔ یعنی یہ جو کہیں وہی کرنا چاہئے اور یہی وہ بتائیں گے جو اللہ کا حکم ہوگا اس لئے دونوں حکم میں کوئی مغائرت نہ ہوئی

خلافت

رکوع	یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ	سورۃ
٨	وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ	النساء
	اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اپنے خلیفہ کا بھی کہنا مانو	

اللہ تعالیٰ آمرِ مطلق ہے اور رسول سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس کا حکم ماننے والے اور اس کے احکام کی تشریح کرنے والے اور قولاً و فعلاً برت کر دکھلانے والے ہیں تو اے ایمان والو یہ حکم تمہارے اور تمہارے خلیفہ اور حاکم سب کیلئے عام ہے مگر چونکہ خلیفہ او حاکم اسی حکم کے بموجب تم پر حکومت کریگا جو اللہ اور اللہ کے رسول کا بتلایا اور سمجھایا ہوا ہوگا اس لئے اس کی فرمانبرداری

آیاتِ مذکورہ بالا میں رسول کے ساتھ تعلق اور خلیفۂ وقت کے ساتھ تعلق کا بیان ہوا۔ ان کے آداب اور اُن کے ساتھ مراسم و حسنِ معاملات کی طرف اشارات ہوئے۔

جس طرح اللہ بزرگ و برتر نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے اخیر میں قرآنِ مجید کو نازل فرمایا اور اس کے پہنچانے اور عملی صورت میں پیش کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث کرنا ضروری سمجھا۔ اسی طرح مسلمانوں کے لئے خلافت کے قیام کو بھی کہا اور بتایا کہ مومن مسلمان حکمران کے سوا کسی دوسری قوم کا محکوم نہیں ہوسکتا اور خدا کے حکم و قانون کے سوا کسی اور کے حکم و قانون کو نہیں مان سکتا۔ اور اگر ایسا ہوا تو یہیں سے قرآنی اخلاق حسنہ کی خلاف ورزی ہوئی اور ہر قسم کی بداخلاقی کا آغاز ہوا۔

توحید و (رسالت) کتاب اللہ اور اُس کے نفاذ کرنے والے خلیفہ کی اطاعت میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، تبلیغِ اسلام غرض ہر قسم کی عبادات بھی داخل ہیں اور سب اخلاقِ حسنہ میں داخل ہیں۔

مومن

کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ
ہر مومن آپس میں بھائی ہے۔

ارشاد باری یہ ہے کہ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کُلّ کا لفظ لا کر خادم و مخدوم، حاکم و محکوم، راعی و رعایا، امیر و غریب، غلام و آقا، گدا اور بادشاہ سب کے اندر مساوات قائم کر دیا گیا۔ اور ایمان نے ان سب موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔

بھائی کا بھائی پر جو حق ہوا کرتا ہے سب کو معلوم ہے ایک دوسرے کے ساتھ برابر کا شریک ہوا کرتا ہے شادی و غمی میں برابر کا حصہ لیا کرتا ہے۔ اس رشتہ کے قائم رکھنے اور ان حقوق کو پورا کرتے رہنے سے دنیا کی ایک حصہ آبادی میں اخلاقِ حسنہ کا پورا نظارہ ہو سکتا ہے۔ اور اسی کی تفسیر میں ایک جگہ ہے۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اقوامِ عالم کو دعوتِ اسلام

سورۃ		رکوع
	قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ	
آلِ عمران	اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا	۷
	بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝	

آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔

آیت شریف میں راس العبادات اور راس الاخلاق توحید کی دعوت اقوام عالم کیلئے ہے اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے اس اخلاقِ حسنہ سے نوعِ انسان کے ہر فرد کی نوازش فرمائیں۔ ایک انسان دوسرے انسان کو اور ایک مسلمان دوسرے بنی آدم کے ساتھ جو سب سے بڑا اخلاق برت سکتا ہے اور جو سب سے زیادہ انمول تحفہ دے سکتا ہے وہ یہی توحید ہے یہ خود اخلاق ہی ہے اور جمیع اخلاق حسنہ کی اصل و بنیاد بھی ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کے اس اخلاقِ حسنہ میں سب کو شریک کر لیا گیا ہے اور ان کے اخلاق کو عالمگیر اور ہمہ گیر بنا دیا گیا ہے۔

اشرف المخلوقات ہو کر بتوں کی پرستش، صلیب کی پرستش۔ آگ کی پرستش، سانپ کی پوجا، ستاروں کے آگے سر جھکانا۔ آفتاب پرست ہونا۔ گائے کو پوجنا۔ انسانوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور اپنے ہی جیسے انسان کو الوہیت کی شان سے متصف کرنا وغیرہ سے بڑھکر اور کیا اخلاق رذیلہ ہو سکتے ہیں۔ توحید پرستی چونکہ اخلاقِ حسنہ کا اعلیٰ زینہ ہے اس لئے جب اسکو چھوڑا تو پھر کچھ بھی ہو اور کوئی بھی ہو اس کی پرستش اخلاقِ رذیلہ کی سب سے نیچی منزل ہے۔

عالمگیر برادری

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝
اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے
اُس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور اُن دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا اور
تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے
بھی ڈرو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ کو تم سب کی اطلاع ہے

آیت شریف میں نوع انسان کو ایک عالمگیر برادری کا خیال دلایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تم سب کا پیدا کرنے والا ایک پروردگار ہے اور اُس نے صرف آدم علیہ السلام سے تم سب کو پیدا کیا اس لئے تم سب ایک خالق کی مخلوق اور ایک باپ ماں کی اولاد ہو۔ پھر بنیت کے اُس عالمگیر تعلق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس انسانیت کے لوازمات میں سے ہے اور گویا اس یاددہی سے یہ مقصود ہے کہ تم ایک خدا کے پرستار ہو کر ایک رنگ میں رنگ جاؤ۔ ایک رسّی میں جکڑ جاؤ ایک اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہو جاؤ۔

ارحام سے مراد قرابت مندی ہے اور یہ عام اور خاص ہر دو معنی پر مشترک ہے خاص کی تشریح تو ہر شخص کو معلوم ہے اور روز کچھ نہ کچھ برتنے میں آتی ہے لیکن آیت شریف میں عام قرابت مندی سے وہی مراد ہے۔ جو حضرت آدم و حوا علیہم السلام سے تعلق رکھتی ہے تو گویا تاکید ہے کہ عالمگیر برادری کے اُصول پر ایک خلقِ عظیم کے پابند ہو جاؤ اور آخر میں ارشاد ہوا کہ ایسا کرنے میں غفلت نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

حسنِ سلوک

رکوع	فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ	
۴	ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَ	
	اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	
	پھر قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین و مسافر کو بھی یہ اِن لوگوں کیلئے بہتر ہے جو	
	اللہ کی خوشنودی کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔	

آیت شریف میں نیک کاموں میں خرچ کرنے کی تعریف ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ کا حق ایک یہ بھی ہے کہ بندوں کے حق کو پورا کرو اور اُس میں مالی عبادت بھی شریک ہے جس کا آغاز قرابت مندوں سے ہے اور اس کے بعد مسکین اور مسافر ہیں۔ ان پر خرچ کرنے کو ان کا حق کہا گیا۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ دو بھی ضرور اور چونکہ ان کا حق ان کو دیا گیا لہٰذا احسان جتلانا اور کسی قسم کی شیخی بھی نہ کرو۔

قرآنِ مقدس نے جس حُسنِ سلوک کی تعلیم اِس آیتِ شریف میں دی ہے وہ غور کرو تو کس قدر انسانیت پر مبنی ہے اور اس سے کیسا عالمگیر اخوّت و ہمدردی کا سبق ملتا ہے ایک طرف اس سے نظمِ عالم کا قیام بھی باقی رہتا ہے دوسری طرف انسان کو انسان سے ایک عجیب موانست پیدا ہوتی ہے جس کے فائدے کی انتہا نہیں پھر اس کو اللہ کی خوشنودی کہا گیا اور بدلے میں دوسری دنیا کا فلاح و بہبود بھی شریک کر دیا گیا۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ انسانی برادری میں اخلاقی برتاؤ پیش کر کے تہذیب و تمدن وغیرہ کا اضافہ بھی کیا گیا۔ اور مذہب بھی ہاتھ سے نہ گیا۔ نہ کہ بالشویزم جو مذہب کو ساتھ ساتھ لیجانے کی طاقت تو سرے سے

رکھتا ہی نہیں رہا۔ اُس کا طریقہ تو وہ بھی فائدے سے زیادہ نقصان کا سبب ہے۔

والدین کی اطاعت

سورۃ	وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا	رکوع
لقمن	عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي	۲
	وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝	
	اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف	
	اُٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا۔ اور دو برس میں اُس کا دودھ چھوٹتا ہے۔	
	کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔	

آیتِ شریف میں وصیت سے مراد والدین کی اطاعت اور خدمت گزاری کی تاکید ہے اور اِس کا سبب بھی بتایا گیا ہے کہ انھوں نے خود اِس کی خدمت اور پرورش میں جبکہ یہ اُن کا محتاج اور مجبور و ناچار تھا بڑی مشقتیں جھیلی ہیں۔ خصوصاً ماں نے حمل کے زمانے میں اور دو برس تک دودھ پلانے کی مدت میں تو اور بھی تکلیفیں سہی ہیں۔ غرضکہ ماں اور باپ دونوں نے اپنی اپنی حالت کے موافق مشقت اٹھایا ہے۔ اِس لئے ارشاد ہوا کہ جس طرح اللہ کا حق ادا کرنا فرض ہے اسی طرح والدین کی خدمت اور والدین کی جائز اطاعت کا پورا کرنا بھی لازم ہے۔ اور آخیر میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ سب کو خدا ہی کے یہاں جانا ہے جہاں جزائے اعمال کا بدلہ ملنے والا ہے۔

قرآنِ مجید عجیب جامع مانع کتاب ہے، اشاروں میں اور بات کی بات میں اِس قدر حقائق و معارف اور معانی و مطالب کا بیان ہو جاتا ہے کہ جس کا لطیف پیرایۂ بیان احاطہ اور

بیان میں بھی نہیں آسکتا۔ والدین کی اطاعت اور فرماں برداری نظمِ عالم کیلئے کیسی اہم اور ضروری چیز ہے پھر ماں جو باپ سے زیادہ قابلِ توجہ بتلائی گئی وہ بھی حکمت سے خالی نہیں اور پھر اس کا سلسلہ خود ماں ہی کی طرف سے شروع ہونا بھی قابلِ غور ہے حمل کے زمانہ میں ضعف بڑھتا ہے اور بچے کی مدتِ رضاعت دو برس ہونی چاہیئے وغیرہ کس طرح پر اس چھوٹی سی آیت سے معلوم ہوتا ہے

سخاوت

رکوع	وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ	سورۃ
۸	نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَ	القصص
	لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ	
	اور تجھ کو خدا نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالمِ آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ فراموش مت کر اور جس طرح خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (خلقِ خدا کے ساتھ) احسان کیا کر اور (اس کے ترک سے) دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اہلِ فساد کو پسند نہیں کرتا۔	

آیتِ شریف میں آخرت کی طرف اور آخرت کے ذخیرہ جمع کرنے کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے اور یہ یاد دلایا گیا ہے کہ دنیا میں اس کا کیا حصہ ہے۔ دنیا سے اس کے ساتھ کیا جاتا ہے اس کو بھول نہ جائے بلکہ دنیا میں جو کچھ کرے وہ آخرت کے لئے ہو۔ مال کے ساتھ خصوصاً اور جاہ و مرتبہ، خلق، حسنِ معاملات وغیرہ سے عموماً خلقِ خدا کے ساتھ احسان کرنا چاہیئے جس طرح خدا تعالیٰ نے اس کے ساتھ احسان کیا ہے یہ بھی بندوں کے ساتھ احسان کیا کرے اور خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہو کر فساد فی الارض کا عذاب نہ بٹورے۔ گویا خلقِ خدا کے

ساتھ احسان نہ کرنا زمین پر فساد پھیلانا ہے۔

دارِ آخرت کو چونکہ ہمیشگی ہے اور جو کچھ وہاں کیلئے کیا جائے گا اس کو بھی ہمیشگی ہے بلکہ جو شخص وہاں کیلئے جو کچھ کرتا ہے حقیقت میں صرف وہی اس کا ہے اس لئے عقل سلیم کا تقاضہ ہے کہ جو کچھ کیا جائے وہ آخرت ہی کے لئے کیا جائے اور اس لئے بھی کہ موت سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی اور مرنے کے بعد دنیا کی کوئی چیز کام نہیں آتی۔

آیت شریف کا تعلق قارون کے قصے سے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے کثیر مال عطا فرمایا تھا مگر وہ کمبخت متکبر بن گیا۔ اور آیتِ شریف کی تعلیمات کی پرواہ نہ کی۔ بلکہ اس کے جواب میں کہنے لگا کہ مجھ کو جو کچھ ملا ہے وہ میری ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہے جیسا کہ بعض نادان آج بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کی قدرت کا حال ان کو خوب معلوم ہوتا ہے اور اپنی بیکسی و بے بسی سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آگے کی آیت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قارون کو اور قارون کے ساتھ قارون کے سب اثاثہ کو مع محلسرا کے زمین میں دھنسا دیا اور اس پر جب یہ عذاب نازل ہوا تو وہ نہ اپنے کو بچا سکا اور نہ کوئی ایسی جماعت ہوئی جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی۔

اخلاقِ حسنہ کا ثبوت چونکہ انھیں مذکورہ بالا چیزوں سے دیا جا سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی فرماں برداری سے یہ ظہور میں آتا ہے اس لئے کوشش کرنا چاہیے کہ انسان اپنے اندر اس کو پیدا کرے۔

عالمگیر حسنِ سلوک

سورۃ المائدہ	وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ	رکوع ۱

وَالْعُدْوَانِ صں وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۃ
اور تقوے میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی
اعانت مت کرو ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے۔

آیتِ شریف میں گویا اخلاقِ حسنہ کی اصولی بات بتلادی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ احکامِ قرآنی کی تعلیم و تبلیغ کی ترغیب دینی چاہیئے اور اس میں ایک دوسرے کی اعانت بھی لازم ہے اور گناہ و زیادتی کی باتوں میں ایک دوسرے کی اعانت نہیں کرنی چاہیئے یعنی احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کرتے دیکھو تو اپنے طرز یا قول و فعل وغیرہ سے کسی طرح سے اس میں مدد نہ پہنچاؤ۔ یہاں تک کہ خموشی بھی نہ اختیار کرو کہ یہ بھی ایک طرح کی امداد ہے۔ ممنوعات شرعیہ کو ہاتھ سے روک دو ۔ ورنہ زبان سے تو ضرور ہی منع کرو۔

مذکورہ بالا اخلاقِ حسنہ کے عملاً سہل ہو جانے کی یہ ترکیب بتلائی گئی کہ متقی بنو یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اخیر میں اس کو مضبوط و سخت کر دینے کے لئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمان مقدس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت سزا دیگا۔

نیک کاموں پر تعاون کا نام بر ہے اور منہیات کے ترک کرانے کو تقویٰ کہا گیا ہے۔

ان دونوں کے کثیر منافع ہیں ایک سے خیر کا اجراء اور اصلاح کا شائع ہونا دوسرے سے بدی کا دور ہونا اور فساد سے روکنا۔

ایفائے عہد

سورۃ المائدہ	یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ	رکوع ۱

اے ایمان والو قول و قرار کو پورا کرو۔

آیتِ شریف کا زیب عنوان حصہ ایمان والوں کو اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو پورا کریں۔ اس میں وہ سب احکامات آگئے جس کو قرآن مقدس نے بیان فرمایا ہے ایمان لانا گویا اس بات کا قول و قرار کرنا ہے کہ شریعت کے جمیع احکامات کو پورا کیا جائے گا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اے ایمان والو اپنے اس عہد و پیمان کو پورا کرو اور قرآن مجید کے بتائے ہوئے طریقے پر چلو اس میں فرو گزاشت نہ ہونے پائے۔

زیب عنوان حصہ اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ خدا کے ساتھ عہد و پیمان باندھا گیا ہے وہ اس جامعیت کا ہے کہ پھر آپس میں بھی جو قول و قرار ہو اس کو پورا کیا جائے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ جو شخص خدا کے عہد کو نہیں توڑتا وہ بندوں کے عہد کو بھی نہیں توڑے گا۔

زیب عنوان حصہ اس خصوصیت کے بعد عمومیت سے خالی نہیں یعنی اے ایمان والو تم آپس میں جو ایک دوسرے کے ساتھ قول و قرار کرو۔ اس کو بھی پورا کرو۔ اور پھر ایک جگہ ارشاد ہے وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا اور عہد کو پورا کرو بیشک عہد کے متعلق خدا کے یہاں سوال ہوگا۔ ایک جگہ اور فرمایا گیا ہے۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا

اخلاق کی تعلیم

رکوع	اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى	سورۃ
۱۳	وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ	النحل

بیشک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور کھلی بُرائی
اور مطلق بُرائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت قبول کرو

آیت شریف کا تعلق دوسری آیت سے ہے جس میں قرآن مجید کی شان میں تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ هُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ٥ ارشاد ہوا تھا۔ ایک جامع مانع آیت ثبوت میں پیش کر کے یہ بتلایا جا رہا ہے کہ واقعی قرآن ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا گیا کیونکہ وہ اُن اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے جو عبادات اور معاملات دونوں کو حاوی ہیں۔

عدل سے مُراد اگر انصاف لیا جائے تو ظاہر ہے کہ دُنیا کے انتظامات میں اور حکومت کے قیام میں اس کا کس قدر زبردست حصّہ ہے اور اگر اعتدال کے معنٰے لئے جائیں تو پھر تمام شرائع کا حکم اِس میں آگیا اور سارے عقائد اور اعمالِ ظاہر و باطن شامل ہو گئے پھر اس میں سے احسان بھی ہے جس کا نفع متعدی الی الخیر ہے۔ اور قرابت مندون کے ساتھ اسکی اہمیت و فضیلت اور بھی بڑھی ہوئی ہے۔

آیت شریف کے دوسرے حصّہ میں جملہ اقسام کی بُرائیوں سے روکا گیا ہے لیکن بُرائی مطلق بُرائی اور کسی پر ظلم و زیادتی کرنے کو مذموم کہا گیا ہے اور تیسرے حصّہ میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مامورات و منہیات مذکورہ کی تم کو اِس لئے نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت کو قبول کرو

مطلب یہ ہوا کہ قرآن امور نافعہ اور ضروریہ کی ہر چیز کا بیان کرنے والا بھی ہے۔ ہدایت یعنی اسی کیلئے جو ان احکامات کے

ابو محمد مصلح

ماہ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ ہجری

سلسلہ نمبر (۳)

اکلِ حلال و صدقِ مقال اور قرآن

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہٗ

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ

س روپیے۔ ماہوار پورے سٹ کی قیمت ایک روپیہ

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن ۱۰۰۰ جلد